از مولانا صوفی عبدالحمید سواتی مدظلہ،

سیّدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام

حضرت ابراہیم علیہ السلام بابل کے مقام پر پیدا ہوئے جو موجودہ بغداد سے ساٹھ ستر میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ اُس زمانے میں بابل آشوریوں کا دارالخلافہ اور بڑا متمدن ملک تھا۔ یہ شہر کلدانیوں کا پایۂ تخت بھی رہا۔ مگر زمانے کی دست برد کے آگے ٹھہر نہ سکا۔ اور تباہ و برباد ہو گیا اب اس کے کھنڈرات سے اس زمانے کی اشیا نکال نکال کر انہیں عجائب گھروں میں تبدیل کر رہے ہیں۔ یہ بالکل اسی طرح کے کھنڈرات ہیں جس طرح ہمارے ٹیکسلا کے کھنڈرات ہیں اسی طرح کے بعض مقامات سندھ میں پائے جاتے ہیں۔ یہاں کے کھنڈرات سے پُرانی تہذیبوں کے متعلق معلومات حاصل ہوتی ہیں بہرحال حضرت ابراہیم علیہ السلام کا وطنِ مالوف بابل تھا جس کے اب کھنڈرات ہی باقی رہ گئے ہیں مگر اپنے زمانے میں یہ بہت بڑا شہر اور تہذیب و تمدن کا مرکز تھا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مختلف آزمائشوں کے لیے قرآن کریم میں کَلِمٰتٍ کا لفظ استعمال ہوا ہے جو کہ جمع کا صیغہ ہے۔ تاہم مبہم ہے۔ مفسرین کرام بہت سی آزمائشوں کا ذکر کرتے ہیں۔ آپ کی آزمائش کا پہلا مرحلہ اس وقت شروع ہوتا ہے جب آپ نے ہوش و حواس سنبھالا اور اردگرد کے ماحول کا مطالعہ کیا۔ قرآن پاک کی مختلف سورتوں میں آپ کے جو واقعات بیان ہوتے ہیں۔ ان کے مطابق سب سے پہلے آپ کی اپنے والد، قوم اور بادشاہِ وقت کے ساتھ کشمکش پیدا ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اوائلِ عمر میں ہی رشد و ہدایت سے نوازا تھا۔ ایک جگہ آتا ہے۔ "وَلَقَدْ اٰتَیْنَآ اِبْرٰھِیْمَ رُشْدَہٗ" ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو سمجھ عطا کی۔ چنانچہ آپ نے اپنے مشرکانہ ماحول کا یہ اثر لیا کہ آپ شرک اور کفر سے متنفر ہو گئے۔ چنانچہ آپ نے کفر و شرک کی مذمت بیان کرنا شروع کی۔ خاندان، قوم اور بادشاہ سب آپ کے دشمن ہو گئے۔ یہاں تو معمولی تنازعہ ہو جاتے تو لوگ بھاگ جاتے ہیں مگر آپ کے پائے استقلال میں لغزش نہ آئی۔ اور آپ پچاس ساٹھ سال تک اپنے ماحول کے سامنے سینہ سپر رہے۔

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قوم کے عبادت خانہ میں جا کر سارے بتوں کو توڑ دیا۔ تو

آپ کے خلاف ایک طوفان اُٹھ کھڑا ہوا۔ ادنیٰ سے لے کر اعلیٰ تک مخالف تو پہلے ہی تھے اب انہیں یقین ہو گیا کہ ان کے بتوں کی توہین ابراہیم علیہ السلام کے سوا کوئی اور نہیں کر سکتا۔ بادشاہ قوم کے ساتھ تھا۔ لہٰذا فیصلہ یہ ہوا۔ "حَرِّقُوهُ وَانصُرُوا آلِهَتَكُمْ" یعنی ہمارے معبودوں کو جو نقصان پہنچایا گیا۔ اس کی تلافی صرف اسی طرح ہو سکتی ہے۔ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں زندہ جلا دیا جائے۔ چنانچہ جیسا کہ واقعات بیان ہوتے ہیں۔ اس فیصلہ پر عمل درآمد کے لیے بہت بڑی مقدار میں ایندھن جمع کیا گیا۔ اور پھر اُسے ایک کھائی میں اچھی طرح جلا کر منجنیق کے ذریعے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس میں پھینک دیا گیا ان حالات میں بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام آزمائش میں پورے اترے انہوں نے آگ میں ڈالے جانے کے وقت بھی کوئی جزع فزع نہیں کی۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی خاطر معافی کی کوئی درخواست تک نہیں کی۔ بلکہ نہایت خندہ پیشانی سے آگ میں ڈالے جانے کو قبول کر لیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ "اَرَادُوا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِيْنَ" وہ ایک داؤ کھیلنا چاہتے تھے کہ کسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کو صفحۂ ہستی سے ناپید کر دیا جائے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے اُن بدبختوں کو ہی گھاٹے والا بنایا۔ یعنی اُن سب کو ناکام کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ثابت قدم رکھا۔ اور آپ اس امتحان میں کامیاب و کامران ہوئے۔ اسی کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو بعض باتوں میں آزمایا فَاَتَمَّهُنَّ تو آپ ان آزمائشوں میں پورے اُترے۔ یہ آپ کی پہلی بڑی آزمائش تھی۔

اتنی بڑی آزمائش دیکھنے کے باوجود حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم آپ پر ایمان نہ لائی۔ بلکہ آپ کو ایک دوسرے امتحان سے گذرنا پڑا۔ آپ کا خاندان ایک بیوی حضرت سارہ اور بھتیجے حضرت لوط علیہ السلام پر مشتمل تھا۔ لوط علیہ السلام بچپن ہی سے آپ کی تحویل میں تھے۔ اور آپ پر یقین بھی رکھتے تھے۔ اتنی بڑی متمدن سلطنت میں کوئی دوسرا شخص ایمان نہیں لایا۔ اگرچہ قوم پہلے منصوبے میں ناکام ہو چکی تھی۔ اس کے باوجود وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جان کے دشمن تھے۔ اور آپ کے قتل کے منصوبے بناتے رہتے تھے۔ ان حالات میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہجرت کا حکم دیا۔ یہ آپ کی دوسری آزمائش تھی ہجرت کرنا یعنی وطن اور گھر بار چھوڑنا بڑا مشکل کام ہے۔ مگر جب اللہ تعالیٰ کا حکم ہوتا ہے۔ تو نبی اس کی تعمیل میں ذرا تامل نہیں کرتا۔ بلکہ نبی کے ساتھ اگر اہل ایمان کو بھی ہجرت کا حکم دیا جاتا ہے تو وہ اس کٹھن گھاٹی کو عبور کر لیتے ہیں ہمارے نبی آخر الزمان علیہ السلام اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کی ہجرت ایک اہم تاریخی واقعہ ہے۔ اسی لیے تو "وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ" کہہ کر ان کی تعریف فرمائی۔

الغرض حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم پر لبیک کہتے ہوتے ہجرت کے لیے تیار ہو گئے اور فرمایا۔ اِنِّیْ مُھَاجِرٌ اِلٰی رَبِّیْ " میں اللہ کی طرف ہجرت کرنے والا ہوں۔ چنانچہ آپ نے بیوی اور بھتیجے کے ہمراہ بابل اور عراق کو چھوڑا۔ آپ کو مصر کے راستے سے شام اور فلسطین پہنچنے کا حکم تھا۔ راستے میں شرق اردن کے علاقے میں بحر میت آتا ہے۔ اس کے کنارے پر بڑے متمدن لوگ آباد تھے۔ انہوں نے اعلیٰ درجے کا نظامِ حکومت قائم کر رکھا تھا۔ اس مقام پر حضرت لوط علیہ السلام کو نبوت عطا ہوئی۔ اور اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا کہ تم یہیں قیام کرو۔ اور ان لوگوں کو دینِ حق کی دعوت دو چنانچہ آپ وہیں قیام پذیر ہو گئے۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے بیوی بچے کے ہمراہ آگے شام اور فلسطین اور پھر مصر تک چلے گئے۔ مصر میں آپ کو ایک اور آزمائش سے دوچار ہونا پڑا۔ جب وہاں کے ظالم حاکم نے آپ کی بیوی حضرت سارہؓ کو قبضہ میں کرنا چاہا مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو ثابت قدم رکھا اور اس جابر حاکم سے نجات دلائی۔

مصر کے حاکم نے حضرت سارہؓ کو ایک لونڈی[1] دی تھی۔ اگرچہ وہ لونڈی نہیں تھی مگر اس وقت وہ لونڈی کی حیثیت میں تھی۔ حضرت سارہؓ نے ہاجرہ لونڈی حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بخش دی۔ اور اس طرح وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی بن گئی۔ شام و فلسطین کے قیام کے دوران حضرت ہاجرہؓ سے بچہ پیدا ہوا جس کا نام نامی اسمٰعیل (علیہ السلام) رکھا گیا۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام ابھی شیر خوارگی کی عمر میں تھے۔ کہ اللہ تعالیٰ کا حکم آگیا۔ کہ اے ابراہیم! اس بچے اور اس کی ماں کو عرب کے دور دراز بیابان وادی غیر ذی زرع میں چھوڑ آؤ۔ آپ نے حکم کی تعمیل میں بیوی اور بچے کو ہمراہ لیا۔ اور موجودہ مکہ مکرمہ والے مقام پر پہنچے۔ جو کہ اس وقت بے آب و گیاہ وادی تھی۔ اس مختصر قافلے کے ساتھ کوئی سامان بھی نہیں تھا۔ ایک مشکیزے میں تھوڑا سا پانی اور کچھ کھجوریں تھیں۔ جو حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے لختِ جگر اور بیوی کے پاس چھوڑ کر چلے آئے۔ یہ سارے واقعات آپ سنتے رہتے ہیں۔ اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کبھی کبھی جاتے اور اپنے بچے کی خبر گیری کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے اس بیابان وادی میں زمزم جیسے بہترین پانی کا انتظام فرما دیا۔ پھر وہاں بنو جرہم قبیلہ کے لوگ آباد ہو گئے۔ اور اس طرح وہ ویران اور غیر آباد جگہ بستی میں تبدیل ہو گئی۔

اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ایک اور بڑی آزمائش آئی۔ جب حضرت اسماعیل بارہ تیرہ سال کے ہو گئے۔ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم آگیا۔ کہ اس بچے کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربان کر دو۔ اس واقعہ کی تفصیل بھی قرآن پاک کے مختلف مقامات پر آتی ہے۔ آپ کو بار بار خواب آیا۔ آخر آپ نے اس کا ذکر

---

[1] محققین کے نزدیک حضرت سارہؓ کا لونڈی ہونا درست نہیں ہے تفصیلی وضاحت آئندہ شمارہ میں ملاحظہ فرمائیں۔ (ادارہ)

بیٹے سے کیا۔ بچہ بڑا صابر تھا۔ اس نے جواب دیا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کردیں۔ چنانچہ آپ اس کے لیے تیار ہو گئے۔ حتیٰ کہ بیٹے کی گردن پر چھری چلادی۔ وہ تو اللہ تعالےٰ کی حکمت تھی۔ کہ اس نے قربانی بھی قبول کرلی اور بچہ بھی صحیح سلامت بچ گیا۔

الغرض اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جان، مال، اولاد ہر طریقے سے آزمایا اور آپ اس آزمائش میں پورے اترے، پھر اللہ تعالےٰ نے اس ثابت قدمی پر جو انعامات عطا کیے ان کا ذکر بھی قرآن پاک میں آتا ہے۔

امام ابوبکر بن العربیؒ نے اپنی کتاب احکام القرآن میں لکھا ہے کہ سورۃ نجم کی آیت "وَاِبْرَاهِيْمَ الَّذِيْ وَفّٰى" کا یہی مطلب ہے۔ کیا تم کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خبر نہیں پہنچی۔ جنہوں نے پورا پورا کر دکھایا۔ یعنی اللہ تعالےٰ کی طرف سے جو بھی حکم آیا۔ انہوں نے پورا کیا۔ اور اس طرح ہر آزمائش پر پورے اُترے۔ آپ نے اپنا سارا مال مہمانوں اور محتاجوں کے لیے وقف کر رکھا تھا۔ آپ اکیلے کھانا نہیں کھایا کرتے تھے، جب تک کوئی مہمان نہ شامل ہوجاتا۔ آپ نے اپنے آپ کو آگ میں ڈالے جانے کے وقت بھی ذرا پس و پیش نہ کیا اپنے قلب کو ہمیشہ رحمان کے سامنے رکھا۔ یعنی اللہ تعالےٰ کی رضا کے لیے وقف کر دیا اور آپ ہر امتحان میں کامیاب ہوئے۔

بقیہ امام اعظمؒ

تذکار جنود الابرار ص ۹۳)

مولانا سید نذیر حسین صاحب دہلویؒ غیر مقلدین حضرات کے شیخ الکل فرماتے ہیں کیونکہ آپ کا مجتہد متبع سنت متقی اور پرہیزگار ہونا ہی آپ کی فضیلت کے لیے کافی ہے الخ (الحیات بعد الممات ص ۵۹۳)۔

مولانا محمد حنیف صاحب ندوی لکھتے ہیں کہ:

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ جنہیں فہم و فکر کا خارقہ کہنا چاہیئے ۸۰ھ میں پیدا ہوئے۔ اھ (الاعتصام ص ۲ کالم ۱ ۹ فروری ۱۹۶۱ء)

الحاصل حضرت امام ابوحنیفہؒ کے علمی اور عملی فضائل اور کمالات اسی قدر روشن ہیں کہ فقہی طور پر ان سے اختلاف کرنے والے بھی ان کی تعریف اور توصیف کرنے پر مجبور ہیں۔ رحمہ اللہ تعالےٰ رحمۃً واسعۃً۔